5 زیورات (Jewellery)

ہم میں سے ہر شخص اپنے جسم کو سجانا پسند کرتا ہے۔ زمانۂ قدیم میں یہ مانا جاتا تھا کہ حسن میں اضافے کے علاوہ جسم کی آرائش سے جسم کو اضافی قوت اور طاقت بھی ملتی ہے۔ آج بھی کئی قبائلی معاشروں میں پھولوں، جنگلی بیریوں، پتیوں اور پروں کا استعمال اسی مقصد کے لیے کیا جاتا ہے۔ پھول اور پھل فطرت اور ترقی کی علامت ہیں جب کہ پروں کو ان کے رنگ اور طاقت پرواز کی وجہ سے قدر و قیمت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ بیج، یہاں تک کہ کیڑوں مثلاً رنگ برنگے بھونروں کے پر بھی آرائش و زیبائش کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

مختلف قسم کے بیجوں سے بنی ڈوریاں

زیورات کے طور پر استعمال ہونے والی قدیم ترین شکلوں میں سے ایک دائرے کی شکل ہے جو بیج کی نمائندگی کرتی ہے۔ بعد میں چکنی مٹی، شیشے، دھاتوں اور قیمتی پتھروں سے کئی قسم کے موتی بنائے گئے۔ یہ زرخیزی، ترقی اور زندگی کی بقا کی علامت تھے۔

دھات سے بنائے جانے والے کئی قسم کے زیورات پھولوں اور پھلوں کی صورت میں بنائے گئے تھے۔ چمپا کلی یاسمین کی کلیوں کے نقش پر بنایا گیا ایک ہار ہے جو ہندوستان بھر میں پہنا جاتا ہے۔ کرن پھول جھمکا، کان کی لو پر ایک کھلے ہوئے کنول کے پھول اور لٹکتی ہوئی ادھ کھلی کلی کے میل سے بنا ہے۔ منگائی مالا تمل ناڈو کا ایک عمدہ ہار ہے جو آم کی شکل کا ہوتا ہے اور جن میں لعل جڑے ہوتے ہیں۔ سونے اور چاندی جیسی قیمتی دھاتیں امیروں کے لیے تھیں جب کہ کم مالدار پیتل اور سفید دھات کا استعمال کرتے تھے۔ سونے کو سورج سے اور چاندی کو چاند سے وابستہ سمجھا جاتا تھا۔

ماضی میں جب ذات پات کی بنا پر بھید بھاؤ کیا جاتا تھا تو صرف اونچی ذاتوں کو ہی سونا پہننے کی اجازت تھی۔ اب صورتِ حال بدل رہی ہے اور جو لوگ خرید سکتے ہیں وہ سونا اور قیمتی جواہرات پہنتے ہیں۔

زیورات کی معنویت اور اہمیت

کچھ قبائلی معاشروں میں ہر زیور اس کے پہننے والے کے مرتبے اور رتبے کی علامت تھا اور یہ بھی مانا جاتا تھا کہ اس میں بعض جادوئی طاقتیں ہیں۔ اس لیے زیورات پہننے کا مقصد محض جسم کو آراستہ کرنے کی جبلّی خواہش کو مطمئن کرنا نہیں تھا بلکہ اس کی علامتی اہمیت بھی تھی۔ اس پہلو کا واضح اظہار تعویذ سے ہوتا ہے جس میں پہننے والے کو شیطانی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے دعائیں لکھی ہوتی ہیں۔ تمام فرقے اور عقائد اس زیور کو برے اثرات سے محفوظ رکھنے یا بعض مثبت صفات کو سرگرم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

استری دھن: ویدک زمانے ہی سے زیورات کو عورتوں کی دولت شمار کیا جاتا تھا اور اس کا ایک حصّہ اُسے اپنے والد سے وراثت میں ملتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے شوہر کی طرف سے بھی تحفتاً دیا جاتا تھا

کسانوں کا باقاعدہ معاشرہ قائم ہونے کے بعد ہی زیورات بچت کی ایک قسم اور مرتبے کی ایک علامت قرار پائے۔ لوک زیورات کے کئی ڈیزائن برسوں میں بتدریج مرتب ہوئے اور گاؤں کے معاشرے میں سنار کا اہم مرتبہ اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ زیورات کو سرمایہ کاری کی واحد قسم سمجھا جاتا تھا جسے ہنگامی حالات کے دوران نقدی کی صورت میں تبدیل کیا جا سکتا تھا۔

شادی شدہ عورتوں کے لیے زیورات پہننا لازمی تھا۔ ہر شادی شدہ عورت کے لیے ہار، بُندے، سر پر پہنے جانے والے زیورات اور چوڑیاں پہننا ضروری تھا۔ صرف بیواؤں کو زیورات سے محروم رکھا گیا تھا۔

جسم کے ہر عضو کے لیے زیور

بھرت ناٹیم رقاصہ زیورات پہنے ہوئے

ہندوستان کے ہر خطے میں مخصوص طرز کے زیورات پائے جاتے ہیں جو امتیازی شان کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ فرق ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کے زیورات میں بھی نظر آتا ہے۔

ملک کے مختلف حصوں میں زیورات کے مختلف نمونے ہونے کے باوجود بعض مرتبہ ہر خطے میں حیرت انگیز ڈیزائین کے زیورات بھی پائے جاتے ہیں۔

سر اور پیشانی : راجستھان میں، گجرات اور مدھیہ پردیش کے بعض علاقوں میں خواتین بالوں کے درمیان مانگ کی جگہ پر بور پہنتی ہیں جب کہ پورے ملک میں ٹیکا استعمال کرتے ہیں یہ ایک لمبی زنجیر کے سرے پر گول شکل کا زیور ہوتا ہے جو ماتھے پر لٹکا ہوتا ہے۔ سنگار پٹی جو سر کے اگلے حصے میں لگائی جاتی ہے، اکثر اسے ٹیکے کے ساتھ ملا کر پہنتے ہیں اور بندے بھی تقریباً سبھی مقامات پر پہنے جاتے ہیں۔ گزرے زمانے میں مرد اپنی پگڑی کے اوپر ایک افقی زیور کلغی پہنتے تھے۔

ناک : ہندوستان بھر میں پہنے جانے والے زیور کی سادہ لونگ سے لے کر قدرے پھیلی ہوئی اور موتیوں سے جڑی ہوئی پھُلی تک کئی قسمیں ہوتی ہیں یا نتھ جو دائیں نتھنے میں پہنی جاتی ہے اور بُلی جو ہونٹوں کے ٹھیک اوپر ناک کے بیچ میں پہنی جاتی ہے۔

گردن : گردن میں پہنے جانے والے زیورات میں سے ایک گلوبند ہے جو موتیوں کا یا دھات کے مستطیل نما ٹکڑوں سے بنا ہوتا ہے، جنھیں ایک دھاگے کی مدد سے باندھا جاتا ہے۔ پہننے والے کی گردن کی حفاظت کے لیے پشت پر ایک ربن لگا ہوتا ہے پھر اس میں ایک لمبی کنٹھی یا بجیٹھی ہوتی ہے۔ اس کے نیچے چاندی کی چین یا موتیوں کا ہار پہنا جاتا ہے۔ مرد گردن میں تعویذ اور ایک لمبا ہار کنٹھا پہن سکتے ہیں۔

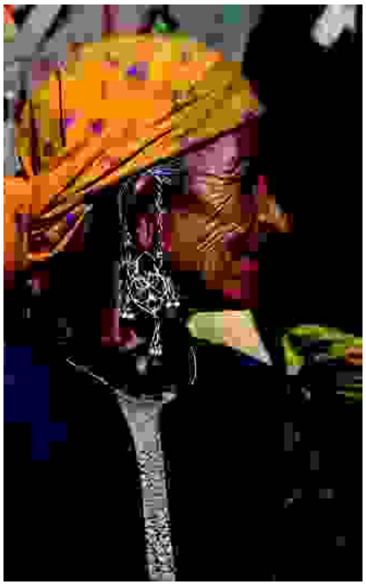

انگلیاں : ہاتھوں کے لیے کئی قسم کی انگوٹھیاں ہیں۔ تقریبات کے موقعوں پر خواتین ہاتھ کے پچھلے حصے کو سجانے کے لیے ہتھ پھول یا رتھن - چوک پہنتی ہیں۔

کلائیاں : کلائیوں کے لیے کڑا، پہونچی، گجرا اور چوڑا ہیں جو اکثر کلائیوں میں چھ انچ تک پہنے جاتے ہیں۔

بازو : کہنی کے اوپر بازو، جوشن اور بنک پہنا جاتا ہے۔ مرد بھاری کڑا یا چوڑی پہنتے ہیں۔

کولھے : چاندی کی چینوں سے بنی ہوئی ایک بیلٹ کولھوں پر پہنی جاتی ہے جسے عام طور پر کندورا یا کردھنی کہا جاتا ہے جب کہ مرد چاندی یا سونے کی بیلٹ پہن سکتے ہیں۔

ٹخنے : ٹخنوں میں پہننے کے ٹھوس اور بھاری زیور جو نفیس پازیبوں سے جڑے ہوتے ہیں جن کے سروں پر ٹن ٹن کرتے چاندی کے کھوکھلے گھنگھرو لگے ہوتے ہیں جب کہ مرد چاندی کی بھاری پازیب پہن سکتے ہیں۔ صرف شاہی خاندان کے لوگ ہی پیروں میں سونا پہن سکتے ہیں۔

پیروں کی انگلیاں : بچھوا، بچھو کی شکل کی انگوٹھی عورتیں اپنی شادی کے وقت پیروں کی انگلیوں میں پہنتی ہیں۔

جسم کے مختلف حصوں کے لیے زیورات

مختلف ادوار میں زیورات

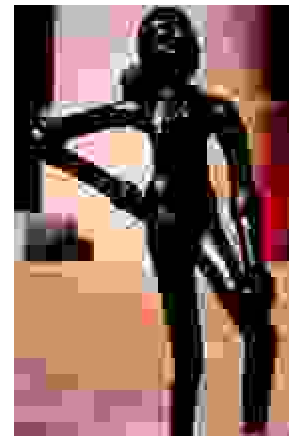

3000-1500 ق م

ہڑپا عہد

ہندوستان میں زیورات سازی کی پانچ ہزار سال سے زیادہ قدیم غیر منقطع روایت پائی جاتی ہے۔ ہڑپا کے علاقے میں کی گئی کھدائی سے موتی اور خول والی چوڑیاں ملی ہیں۔ یہ چوڑیاں قطعی طور پر ویسی ہی ہیں جیسی کہ لدّاخ میں شادی شدہ عورتیں پہنتی ہیں۔ سر پر باندھنے کی شکل کے سونے کے پترے بھی ملے ہیں۔

300 ق م - 300 عیسوی

زیورات کا سب سے بڑا ذخیرہ تکشیلا میں دریافت ہوا ہے جو بودھوں کا ایک تعلیمی مرکز تھا۔ یہ تجارتی شاہراہ پر تھا نیز ہندوستان میں ہجرت کر کے آنے والوں کے لیے داخلے کا راستہ تھا۔ یہاں کے زیورات پر یونان کے اثرات نظر آتے ہیں اور طلاکاری اور دانہ دار بنانے جیسی نئی تکنیک بھی پہلی مرتبہ نظر آتی ہے۔

تاہم اس بات کا مشاہدہ بے حد دلچسپ ہے کہ ہمارے موجودہ عہد کے زیورات کے نقش ونگار اور سمیری اور قدیم یونانی زیورات میں خاصی مماثلت پائی جاتی ہے۔

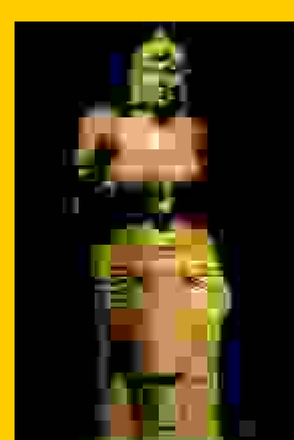

اُر کے مقام پر کھدائی کے دوران ایک گلوبند ملا ہے جس میں شیر کے سروں والے نفیس ڈیزائن اور دانے دار کام والا ہار ہے اور جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ملکہ بتھ شیبا کی ملکیت ہے جو کیرالا میں تیار کیے جانے والے گرودا گلوبند سے کافی حد تک مماثل ہے۔

قدیم یونانی زیورات، کچھ اور سوراشٹر کے بعض روایتی زیورات سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔ بعض مصری زیورات کے نمونے بالخصوص سانپ کے پھن والے بازوبند ہندوستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔

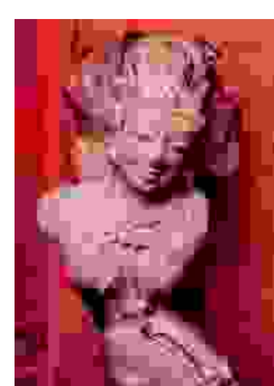

400 عیسوی

زیورات کے موجودہ ڈیزائن اور زمانۂ قدیم کے ڈیزائن میں گہری مماثلت ہے۔ ادب میں بیان کردہ تفصیلات اور مجسّموں وتصویروں میں دکھائے گئے زیورات سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے۔

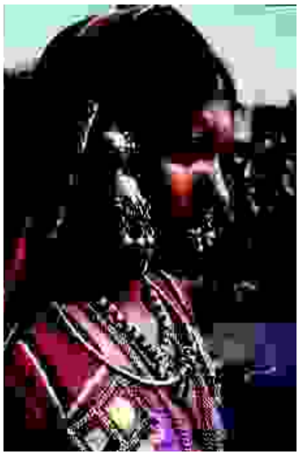

گردن پر کس کر پہنے جانے والا گلوبند کنٹھی اور موتیوں کی لمبی قطار میں بندھی کئی ٹکیوں پر مشتمل لمبا ہار پھلا کھڑا گپت عہد میں ملتا ہے اور یہ شمالی ہند کے زیادہ تر حصوں میں آج بھی پہنا جاتا ہے۔ کئی پنکھڑیوں کے ساتھ پوری طرح کھلے ہوئے کنول کے پھول کی شکل کا زیور 'چودامنی' بالوں میں مانگ پر پہنا جاتا تھا جو راجستھان کے زیور 'بور' سے مماثل ہے۔

رامائن میں سیتا کے 'نشک' گلوبند پہننے کا ذکر ملتا ہے۔ سونے کی اشرفی جیسے نشک کا حوالہ جاتک کہانیوں میں بھی ملتا ہے۔ اشرفی کے گلوبند پہننے کا رواج اب بھی جاری ہے۔

ہندوستان کی برآمدات کا تقریباً ***26*** فی صد حصہ لعل و جواہرات پر مشتمل ہوتا ہے۔

900 عیسوی

ناک میں پہننے کے زیور کا آغاز ہندوستان میں قدرے تاخیر سے ہوا جیسا کہ قدیم مجسّموں اور دیواری تصویروں میں ناک کا زیور نظر نہیں آتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے دسویں صدی کے بعد عربوں نے متعارف کرایا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ہندوستان بھر میں عام ہو گیا اور شادی کی رسم سے وابستہ ہو گیا۔

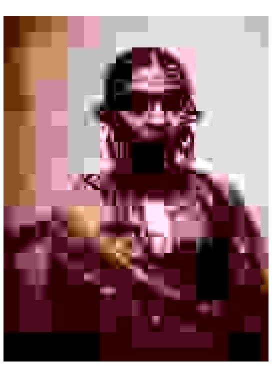

1500-1900 عیسوی

مغلوں کے پاس عمدہ زیورات تھے اور وہ بڑے بڑے قیمتی پتھر استعمال کرتے تھے۔ ایک انگریز سیاح سر تھامس رو نے بیان کیا ہے کہ جہانگیر کے خزانے میں 37.5 کلوگرام ہیرے اور 3000 کلوگرام سچے موتی اور نفیس زیورات تھے، اکثر رنگین مینا کاری والے زیورات جن میں قیمتی پتھر جڑے ہوتے تھے۔

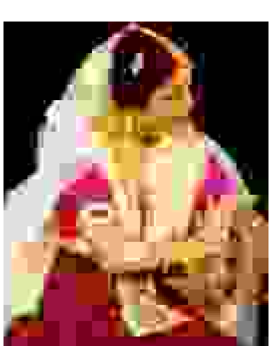

1900 تا حال

اب چوں کہ مغربی ممالک میں جسم کو چھدوانا خاصا مقبول ہو رہا ہے اس لیے نوجوان ہندوستانی لڑکے لڑکیوں نے زیورات پہننے کے لیے نہ صرف ناک اور کان بلکہ اپنی زبان اور جسم کے دوسرے حصوں کو چھدوانا شروع کر دیا ہے۔

زیورات کی علاقائی قسمیں

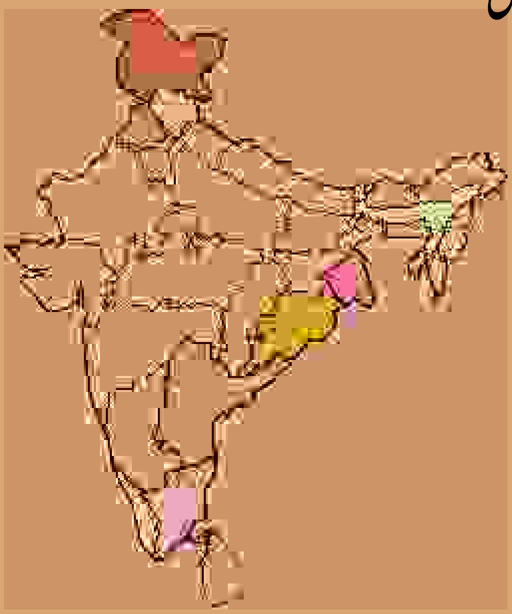

اس حقیقت کے باوجود کہ مجموعی طور پر زیورات کے مختلف طرز علاقائی سطح پر ترقی پاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص طبقات، گروہ یا علاقوں نے بعض ممتاز طرز کے زیورات تیار کیے ہیں۔

کشمیر کے زیورات امتیازی شان کے حامل ہیں۔ سب سے اہم کانوں کا زیور ہے جسے 'کان بالی' کہتے ہیں۔ انھیں مسلم عورتیں سر کے دونوں جانب پہنتی ہیں۔ یہ کئی چھلوں پر مشتمل ہوتے ہیں جنھیں بالوں یا ٹوپی سے جوڑا جاتا ہے۔ یہ زیور لدّاخ اور ہمالیہ کے دیگر علاقوں جیسے لاہول، اسپتی اور کنّور میں بھی پہنا جاتا ہے۔

پنجاب میں عورتیں ایک خاص زیور 'چونک' پہنتی ہیں۔ یہ مخروطی شکل کا ہوتا ہے جسے سر کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ دو چھوٹے مخروط نما زیور دونوں طرف پہنے جاتے ہیں جسے پھول کہتے ہیں۔

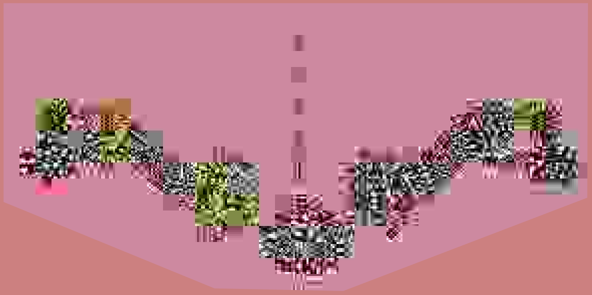

حالاں کہ کُلّو اور کِنّور ضلعوں کے تمام پہاڑی زیورات **ہماچل پردیش** کے ہوشیار پور میں بنائے جاتے ہیں تاہم ان کا اپنا منفرد انداز ہے۔ دل کی شکل کی چاندی کی پتیوں کے گچھّے سے بنا ہوا پیپل پتر چاندی کے ایک مینار ٹکڑے میں بندھا ہوتا ہے۔ اسے ان علاقوں کی خواتین اپنی ٹوپیوں کے دونوں طرف پہنتی ہیں۔ چاندی کی ہلکی جھلملاتی جھالر ان کے چہروں کو ڈھک لیتی ہے ان کے گلوبند دھات کی بڑی پلیٹوں کے بنے ہوتے ہیں جن پر ان کے خطے کے روایتی نقش ونگار کندہ ہوتے ہیں جن میں سبز اور زرد رنگ کی میناکاری کی جاتی ہے۔ مقبول عام ڈیزائن شیر پر بیٹھی ہوئی دیوی کا ہے۔

کُلّو کے ناک کے زیورات بھی خصوصی نوعیت کے حامل ہیں۔ بڑی بڑی نتھ اور ایک واحد پتی کے بولاک کے ڈیزائن ہندوستان کے کسی اور حصے میں نظر نہیں آتے۔ تہواروں کے موقع پر وہ اتنی بڑی نتھ پہنتی ہیں جو اکثر پہننے والے کے چہرے سے بھی بڑی ہوتی ہے۔

آندھراپردیش میں پہنی جانے والی بیلٹ میں راکشس یا کیرتی مکھ کے دہرے سر والے حلقے ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں۔

کڑے کا ایک اور ڈیزائن جو آندھراپردیش میں بے حد مقبول ہے، سانپ کے پھن کی شکل کا ہوتا ہے جو زمین کو اپنے منھ میں لیے ہوئے نظر آتا ہے۔ اکثر گلوبند کے ڈیزائن اناج کی شکل کے ہیں۔

آسام میں قبائلی چاندی کے زیورات پسند کرتے ہیں جب کہ میدانی علاقوں میں سونے کے زیورات کو ترجیح دی جاتی ہے۔سونے کے زیورات انتہائی نفیس ہوتے ہیں۔کم ہونے کے باوجود جواہرات عمدگی سے جڑے ہوتے ہیں۔کانوں کے بندے جنھیں ’تھوریا‘ کہا جاتا ہے کنول کے پھول کی شکل کے ہوتے ہیں جن میں بھاری بند لگے ہوتے ہیں۔یہ شکل اس روایتی کمل بندوں کی یاد دلاتی ہے جن کا ذکر قدیم ادب میں ملتا ہے۔عام طور پر تھوریا سونے کے بنے ہوتے ہیں اور اس کے اگلے اور پچھلے حصے میں لعل جڑے ہوتے ہیں۔

مغربی بنگال میں سونے اور چاندی کے زیورات پر انتہائی نفیس طلاکاری ہوتی ہے۔بالوں کی زیبائش کے لیے استعمال ہونے والے ’تارا کانٹا‘ اور ’پان کانٹا‘ عمدہ ترین زیورات ہیں جو تارے اور پان کے پتے کی شکل کے بالوں کے کانٹے ہیں۔

اڑیسہ کے چاندی اور سونے کے عوامی زیورات مختلف نمونوں، شکلوں اور ڈیزائن میں پائے جاتے ہیں۔ سب سے مقبول تکنیک طلاکاری ہے۔ روایتی طلاکاری کے زیورات مضبوط ہوتے ہیں اور ان دنوں کٹک میں کاروباری سطح پر بنائے جانے والے زیورات سے ممتاز ہیں۔اڑیسہ میں سر پر بہت کم زیورات پہنے جاتے ہیں۔ یہاں بازو کے زیورات، گلوبند، ناک کی نتھ اور پازیب پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ ناک کے زیورات کے کئی عمدہ ڈیزائن ملتے ہیں۔ایک ڈیزائن مور پنکھی کہلاتی ہے جو کھلے پروں والے مور کی شکل کا ہوتا ہے۔اسے دانہ داری، طلاکاری اور ڈھلائی کے مختلف طریقوں سے بنایا جاتا ہے۔

سمبل پور میں پیتل کے زیورات عام ہیں۔مختلف طرح کی چوڑیوں کو روزانہ پالش کیا جاتا ہے اور یہ سونے کی معلوم ہوتی ہیں۔

کیرالا میں سونے کے زیورات کے عمدہ ڈیزائن ملتے ہیں۔ یہاں قیمتی پتھروں کا استعمال عام نہیں ہے۔البتہ گلوبند میں تنوع نظر آتا ہے—یہاں بنایا جانے والا ’گروڈ‘ گلوبند اُس علاقے کے دستکاروں کی عمدہ مہارت کا گواہ ہے۔

تمل ناڈو کے کوئمبٹور ضلع میں ویلالر چاندی کی طلاکاری کے بازو بند پہنتے ہیں جس میں دانہ سازی کی بہترین مہارت نظر آتی ہے۔

چیٹی ناد (مدراس) کے زیورات میں غیر تراشیدہ لعل عمدہ ترین نظر آتے ہیں۔’اڈی گئی‘ سونے میں جڑے غیر تراشیدہ لعل کی بنی ہوئی لڑی کا گلوبند ہے۔پڑکم کا مرکزی ڈیزائن کنول کے پھول کی نقل ہے۔’منگائی ملائی‘ آم کی شکل کے ٹکڑوں کا ایک گلوبند ہے جس میں غیر تراشیدہ لعل اور ہیرے جڑے ہوتے ہیں۔چنٹوں والی منڈھائی کے اوپر اکثر ناگ کا پھن بنا ہوتا ہے۔

تمل ناڈو میں نیلگری کے مقام پر ٹوڈوں اور کوٹوں کے زیورات بہت ہی امتیازی نوعیت کے ہیں۔

مینا کاری

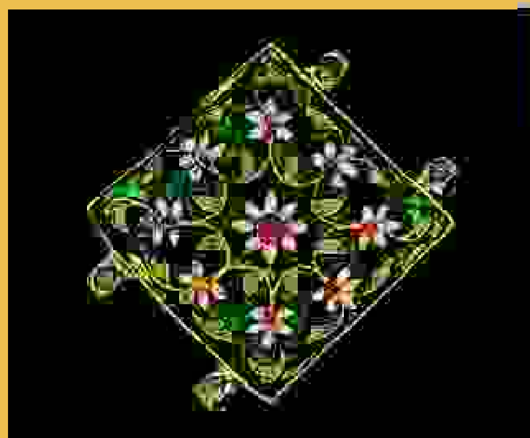

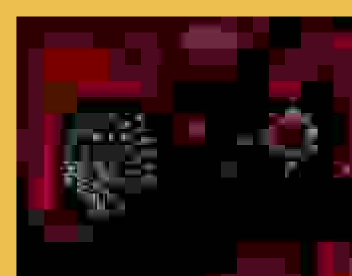

شمالی ہند میں بننے والے زیورات کی نفیس ترین شکل مینا کاری ہے۔ جے پور اس کا اہم مرکز ہے، البتہ دلّی، لکھنؤ اور وارانسی کے بعض دستکار بھی اس فن کو برتتے ہیں۔

مینا کاری کے کام میں کندن لگایا جاتا ہے جس سے عمدگی اور نفاست پیدا ہو جاتی ہے۔ مینا کاری کے نقوش اس قدر نفیس اور عمدہ ہوتے ہیں کہ انھیں محدب آئینہ سے دیکھنا پڑتا ہے۔ یہ روایت آج بھی جاری ہے۔

لطیف زیورات بنانے میں مینا کاری اور کندن کی تکنیک کو کس طرح ایک ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اس کا مرحلہ وار بیان نیچے دیا گیا ہے:

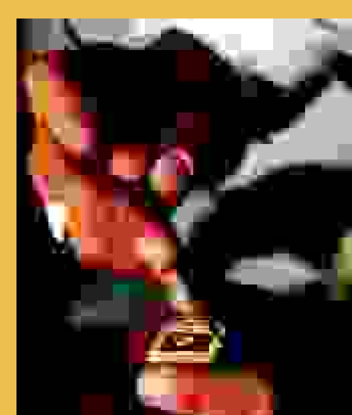

1۔ سب سے پہلے زیور کا خاکہ بنایا جاتا ہے۔

2۔ سنار ان حصوں کو تراشتا ہے جہاں قیمتی پتھر جڑے جانے ہیں۔

3۔ پھر اسے مینا کار کے سپرد کیا جاتا ہے جو کھانچوں میں لاکھ بھرتا ہے، لاکھ کی ایک سلاخ بنا لیتا ہے جس سے پھول، بیل بوٹے اور پرندوں کے نفیس ڈیزائنوں کا خاکہ بناتا ہے۔

4۔ خاکہ بنانے کے بعد تمام حصوں کو تراش لیا جاتا ہے یعنی کندہ کرتے ہیں تاکہ اس میں مینا کاری کے رنگ بھرے جا سکیں۔

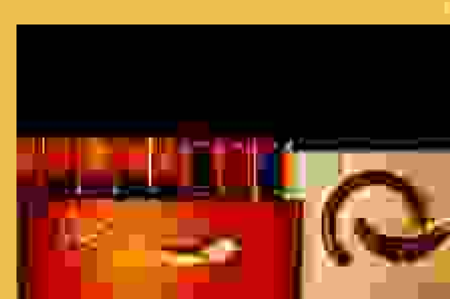

5۔ ہر ایک رنگ کو بھرنے کے لیے الگ الگ حصے کر لیے جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے انتہائی قریبی حصوں میں خط کندہ کیے جاتے ہیں تاکہ وہ رنگ کو تھام سکیں اور چوں کہ بعض رنگ شفاف ہوتے ہیں اس لیے ان خطوں سے روشنی بھی منعکس ہوتی ہے۔

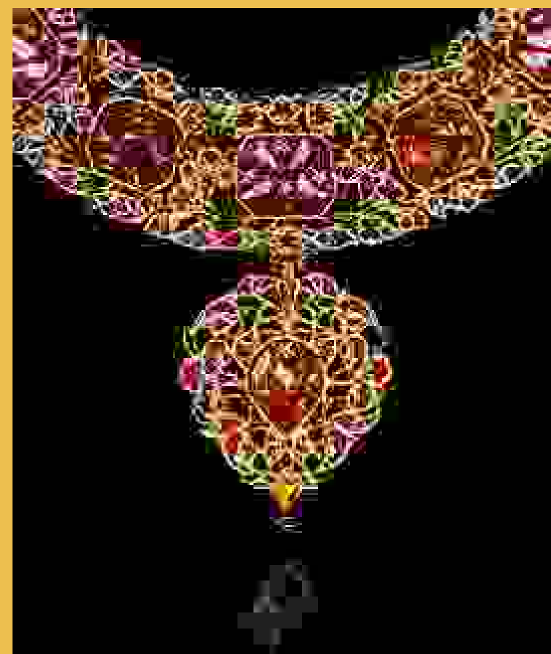

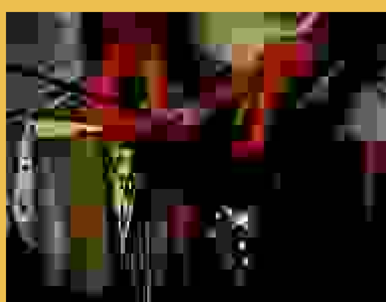

6۔ اس کے بعد رنگ بھرے جاتے ہیں اور انھیں مٹی کے ایک سادہ سے چولھے پر زیادہ سے زیادہ درجۂ حرارت پر پکایا جاتا ہے۔

7۔ وہ رنگ جنھیں کم درجۂ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے، اب انھیں ڈیزائن میں ان کے متعلقہ حصوں میں بھرا جاتا ہے اور دوبارہ اس وقت تک پکایا جاتا ہے جب تک کہ دونوں طرف پورے زیور پر مینا کاری نہ ہو جائے۔

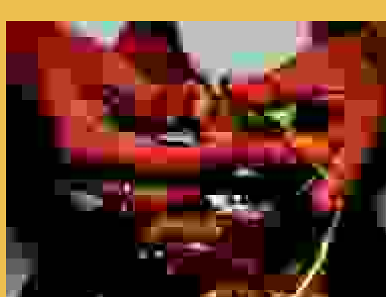

8۔ اس کے بعد یہ زیور کندن کا کام کرنے والے کو دیا جاتا ہے جو اسے گرم راکھ پر گرم کرتا ہے اور ان خالی جگہوں میں پتھر کی جڑائی کرتا ہے جنھیں شکل بناتے وقت تراشا گیا تھا۔

9۔ پھر کھلے ہوئے سروں اور لگائے گئے جواہرات کو ان کی جگہ قائم رکھنے کے لیے بھرائی کے کام آنے والے سونے کو گرم کر کے زیور کے نچلے حصے میں جھلایا جاتا ہے۔

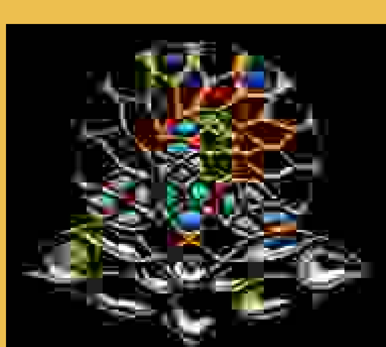

10۔ پھر تیار شدہ زیور کو ایک نرم لیدر کلاتھ سے اس وقت تک پالش کیا جاتا ہے جب تک کہ اس میں آب و تاب نہ پیدا ہو جائے۔ مینا کاری زیور کا حسن مینا کاری کے دقیق اور پیچیدہ نقوش اور قیمتی پتھروں کی آب و تاب کے تال میل میں مضمر ہے۔

مینا کاری زیور کی ندرت اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اس زیور کی پشت کی سجاوٹ بھی عمدہ ہوتی ہے حالاں کہ اسے صرف پہننے والا ہی دیکھ سکتا ہے۔

صبر کا پیمانہ

نیچے ایک اسکولی طالب علم کی ایک نظم بعنوان ''ایک نیلم'' دی ہوئی ہے جو جواہرات تراشنے والے کی زندگی کی تلخیوں کو اجاگر کرتی ہے:

میں افریقہ سے برآمد شدہ ایک نیلم هوں
میں اپنے تراشنے والے کے مصائب دیکھ سکتا هوں
اس کی عمر 39 برس هے
اور وہ آٹھ سال کی عمر سے کام کر رہا هے
مشین اس کی اپنی هے جسے اس نے 250 روپیے میں خرید ی تھی
مجھے ایسا لگتا هے کہ جیسے ڈگریاں اسے هلاک کررهی هیں
ایک چاک پر نیلم کو تراشتا
اس کی بی۔ اے ۔کی ڈگری تالوں میں بند پڑی هے
ست شلدیر احمد، پتھر تراشنے والا
وہ مجبور وبے کس هے لیکن مدد کے لیے اس کے منھ سے ایک لفظ نهیں نکلتا
دیر سے سونا اور صبح سویرے اُٹھنا
وہ پانچ بجے صبح بیدار هوتا هے اور رات 10بجے سوتا هے
مجھے صحیح روپ دینے، صحیح رنگ دینے کے لیے توجہ مرکوز رکھتا هے
اس عمل میں اس کی بینائی کمزور هو گئی هے
یہ وہ کام تھا جسے اس کے والد شمو خان
کو کرنا پڑتا تھا
اور اس کے دادا الٰهی اچّهن بھی یهی کام کرتے تھے
اس کے بچے اسکول جاتے هیں
وہ چاهتا هے کہ وہ پڑهیں اور لکھیں
اور اس کی طرح خراب حالت میں نہ هوں
مزدوری ایک روپیہ فی قیراط هے
اسے 1000-2000روپیے ماهانہ ملتے هیں
سخت محنت کی وجہ سے وہ خالی وقت میں کوئی دوسرا جزوی کام نهیں کر سکتا

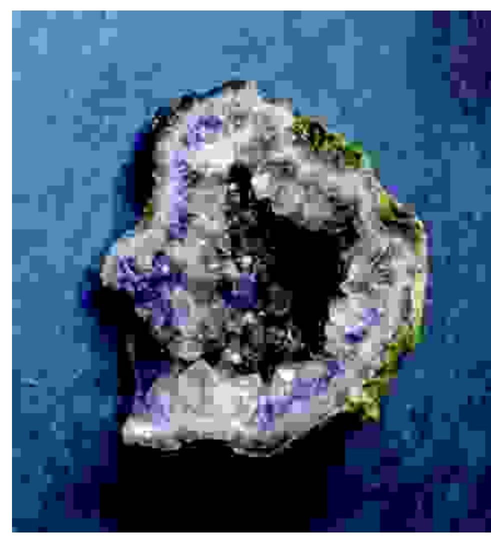

غیر تراشیدہ نیلم

مشین چاہے اس کی ہو لیکن فیکٹری کا مالک سیٹھ ہے
مجھ جیسے غیر تراشیدہ نیلم در آمد کیے جاتے ہیں
ان کی تراش خراش کے بعد انہیں برآمد کیا جاتا ہے
اس کی وجہ یہ نہیں کہ غیر ملکی کاریگر سست ہیں
اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے تراشیدہ نیلموں کی قیمت کم ہے
کیوں کہ کاریگروں کی تنخواہ بے حد کم ہے
کتنی کڑی محنت وہ کرتا ہے اور کتنے کم پیسے وہ پاتا ہے
وہ کس قدر سخت جدو جہد کرتا ہے لیکن افسوس بالآخر وہ ناکام ہو جاتا ہے
یہ میری بپتا ہے
یہ میری کہانی ہے
اب آپ خود ہی
ایک کاریگر کی اداسی اور غم وغصے کو محسوس کر سکتے ہیں۔

چوڑیاں اور چوڑی ساز

فیروز آباد میں یہ نظارہ عام ہے کہ لوگ سائیکلوں ،ٹھیلوں یا سائیکل رکشہ پر بھڑکدار رنگوں کی چوڑیوں کے ڈھیر لگائے لیے جا رہے ہیں۔ انہیں یا تو کام پورا کرنے کے لیے لوگوں کے گھروں پر لے جایا جا رہا ہے یا دوبارہ پکانے کے لیے فیکٹری میں واپس لے جایا جارہا ہے۔

گھروں کے اندر، جنھیں 'جڑائی کے اڈے 'بھی کہا جاتا ہے، چوڑیاں جھلائی، جڑائی اور کٹائی کے مرحلوں سے گزرتی ہیں۔ یہ چوڑیاں 312چوڑیوں کے ایک بڑے گچھے کی شکل میں آتی ہیں جن میں 12چوڑیاں ٹوٹ پھوٹ کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔
پہلا مرحلہ جھلائی کا ہے ۔ یہ کام خاندان کی عورتیں اور بچے کرتے ہیں۔ایک کمرے کے اپنے گھر میں جو ان کے رہنے سہنے، سونے اور کام کرنے کی جگہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے، چار سے پانچ ممبر مل کر بیٹھ جاتے ہیں ۔اس کمرے کی چھت اور دیواریں کالک کی موٹی موٹی تہوں سے پوری طرح سیاہ ہوتی ہیں۔ یہ کالک مٹی کے تیل کے چراغوں سے نکلتی ہے جو ان کے کام میں استعمال ہوتی ہیں۔

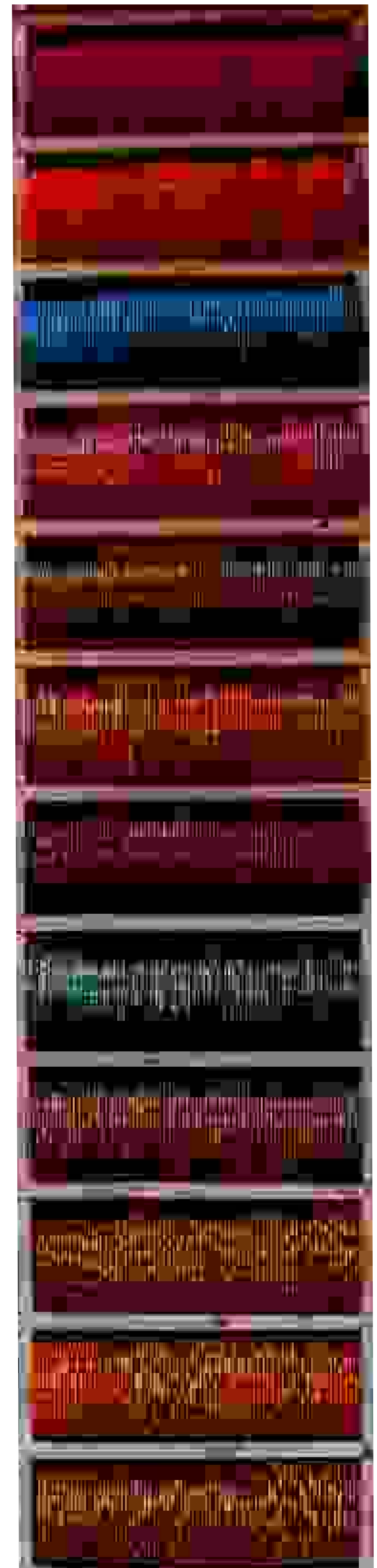

ہر شخص کے سامنے 10-12 چھوٹے چھوٹے مٹی کے تیل کی بتی والے چراغ نیم دائرے کی شکل میں ہوتے ہیں ۔اس کے بعد ہر چوڑی کو دونوں سروں سے پکڑ کر اس کے درمیانی حصے کو لَوپر رکھا جاتا ہے ۔پھر گرم چوڑی کو زمین پر رکھ کر دونوں سروں کو ملانے کے لیے ہلکے سے دبایا جاتا ہے۔ اس بات کا یقینی طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ آگ کی لَو یا گرم چوڑی سے ہاتھ نہ جل جائے۔

اب یہ ملی ہوئی چوڑیاں مرد یا قدرے بڑی عمر کے لڑکوں کے پاس اگلے مرحلے کے لیے پہنچتی ہیں جو چوڑی کوجوڑنے یا جڑائی کا مرحلہ ہے۔ اس عمل میں چوڑی کے دونوں سروں کو مٹی کے تیل یا کافور *(acetylene)* کی لَو پرگرم کیا جاتا ہے۔ دونوں سروں کو دبا کر ملایا جاتا ہے اور لَو شیشہ کو اتنا پگھلا دیتی ہے کہ چوڑی کو جوڑا جا سکے اور ایک مکمل دائرہ بن سکے۔

جھلا ئی اور جڑائی دونوں ہی مرحلوں میں کاریگروں کی آنکھوں پر زور پڑنے کے علاوہ جلنے کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ اینٹھن، جوڑوں میں درد اور بے انتہا کمر درد ان مسائل میں سے چند ایک ہیں جن کا سامنا ان کاریگروں کو کرنا پڑتا ہے۔

جڑی ہوئی چوڑیاں اب کٹائی کے اڈوں پر جانے کے لیے تیار ہیں۔یہ عمل تیزی سے گھو متے ہوئے ایک پہیے پر ہوتاہے جس پر رکھ کر شیشہ میں نقش ونگار کندہ کیا جاتا ہے۔ اس عمل کے دوران عام طور پر پہیے پر کام کرتے ہوئے کاریگر کے ہاتھوں میں زخم آجاتے ہیں اور شیشہ کے ذرات اڑ کر اس کی آنکھوں میں چلے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ کمر پر زور پڑنے کے ساتھ ساتھ ٹیسیں اٹھتی ہیں اور درد ہوتاہے۔

اگلا قدم سونے کا پانی چڑھانا ہے جس سے یہ چوڑیاں گزرتی ہیں۔ اس عمل میں خالص سونے اور کیمیکل کا ایک محلول چوڑیوں پر کندہ کیے گئے نقوش پر انڈیلا جاتا ہے جس سے وہ ہر لحاظ سے مکمل نظر آتی ہیں۔ اس مرحلے کے دوران کا ریگر حفاظتی دستانے یا ایپرن پہنے بغیرتمام خام کیمیکل کا کام کرتے ہیں۔

چوں کہ سونے کا محلول بہت مہنگا ہوتا ہے اس لیے اس سے کام کرتے ہوئے کاریگروں کو بہت محتاط رہنا پڑتا ہے تاکہ اس کی بربادی کو کم سے کم کیا جا سکے۔

اب چوڑیوں کو دوبارہ پکانے کے لیے واپس فیکٹری بھیجا جاتا ہے جس سے ان میں چمک پیدا ہوتی ہے ۔ انھیں رانگ *(tin)* کی ٹرے میں الگ الگ رکھ کر بھٹی میں رکھا جاتا

ہے۔انھیں کھینچ کر باہر نکالا جاتا ہے اور بار بار ان کی جانچ کی جاتی ہے کہ طریقۂ عمل مکمل ہوا کہ نہیں۔ کاریگروں کو بہت زیادہ حرارت کی وجہ سے چھالے پڑنے، جلنے اور موتیا بند ہونے کا جوکھم اٹھانا پڑتا ہے ۔آخر میں چوڑیوں کی چھٹائی ہوتی ہے اور انھیں ڈبوں میں بند کر دیا جاتا ہے۔

— فیصل القاضی، مارتھا فیریل **اور** شویتا کلیان والا، 'دی ڈینجرودِن'

مشق

1۔ ڈیزائین قدرتی شکلوں کو علامت میں تبدیل کر دیتے ہیں۔آپ کے خیال میں نیچے دی ہوئی چیزوں کے لیے باعث محرک اور باعث علامت ہونے کے وسیلے کیا تھے۔(مثال : بیج نشو ونما، زرخیزی اور خوشحالی کی نمائندگی کرتے ہیں) (a)منگائی مالا(b) کسی مندر کا شکھر(c) مسجد کا گنبد (d) قبائلیوں کا لکڑی کا لٹھ (e) کمبھ یا برتن (f) پتنگ۔

2۔ کہا جاتا ھے کہ راجستھان میں عورتیں اپنی تمام دولت کو زیورات کی شکل میں اپنے جسم پر لیے پھرتی ھیں۔ یہ دولت کی سرمایہ کاری کے مختلف طریقوں میں سے ایک ہے۔ دولت کو محفوظ رکھنے کے اور کیا طریقے ہیں؟

3۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ھے کہ آیا وہ لوک (عوامی) زیورات تھے جنھوں نے شہری زیورات کو متاثر کیا یا معاملہ اس کے برعکس تھا تاھم اس میں کوئی شبہ نہیں ھے کہ زیورات کی کئی قسمیں جیسے بور، ھار، ھتھ پھول ،گجرا لوک زیورات کے طور پر تیار کیے گئے جو بعد میں شہر کے سناروں نے سونے اور قیمتی پتھروں کے استعمال سے انھیں نفیس بنایا۔کیا آپ اس بات سے متفق ہیں؟ اپنے خطے کے مرد اور عورتوں کے زیر استعمال معاصر زیورات کی ڈیزائنوں کی مثال دیتے ہوئے اپنے جواب کو مدلل کیجیے۔

4۔ یہ واقعی دلچسپ حقیقت ھے کہ تمام ذاتوں اور فرقوں کے بچے ھنسلی پھنتے ھیں کیوں کہ ایسا مانا جاتا ھے کہ یہ ھنسلی اترنے سے محفوظ رکھتا ھے۔آپ کے فرقے کے بچے کیا پہنتے ہیں اور ہر ایک زیور کی کیا معنویت ہے؟

5۔ کچھ عرصے قبل تک ھی ھندوستان بھر میں لوگوں کے لباس اور زیورات کے ڈیزائن پر ان کے وہ مخصوص ذات اور فرقے کا اثر ھوتا تھا جن سے وہ وابستہ ھوتے تھے۔ آپ کے خیال میں کیا یہ روایت بدل رہی ہے اور کیوں؟

6۔ زیورات بنانے کے عمل میں صحت سے متعلق پیشہ ورانہ خطرات کے مختلف پہلوؤں کی چھان بین کیجیے۔مثال کے طور پر میناکاری یا چوڑیوں کی صنعت۔ان سے کیسے نمٹا جا سکتا ہے؟

7۔ ہالی ووڈ کی ایک حالیہ فلم ’’بلڈ ڈائمنڈ‘‘ میں افریقہ کے ہیروں کی کان کنی میں ہونے والے سیاسی تصادم ،بچوں کے استحصال اور غلامی کو موضوع بنایا گیا ہے۔اپنے مشاہدے / تجربے / تحقیق کی بنیاد پر متعلقہ موضوع پر کوئی نظم یا کہانی لکھیے۔